Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 7, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com
Research Article

ڈاکٹرنصرت جبین
وائس پرنسپل فوجی فاؤنڈیشن گرلز کالج نیولالہ زار راولپنڈی
محمد اکرم
اسکالرپی ایچ۔ڈی اردوایم۔وائی یونیورسٹی،اسلام آباد

بیسویں صدی کے مختلف شعری ادوار میں حیوانات وطیور کے ذکر کا اسلوبیاتی جائزہ

Dr.Nusrat Jabeen
Voice. Principal Fouji Foundation College For Girls New Lalazar Rawalpindi
Muhammad Akram
Scholar Ph.D. Urdu My University, Islamabad

An Stylistics Analysis Of The Mention Of Animals And Different Periods Of The Twentieth Century

Received: Jan 11, 2026
Accepted: Jan 24, 2026
Published: Mar 30, 2026

The Art of Ghazal and the Representation of Animals and BirdsIn the vast and expansive world of Urdu poetry, the Ghazal is a poetic genre (sinf-e-sukhan) that not only holds a distinguished position but has also been declared the very honor and pride of Urdu poetry. Traveling through centuries of evolutionary stages, the Ghazal has today become such a comprehensive and all-encompassing genre that it possesses the capacity to encapsulate every aspect, emotion, and experience of human life. Initially, the subject matter of the Ghazal was fundamentally limited to love and romance, praise of the beloved's beauty, the states of separation and union, and the inner workings of the heart. However, with the passage of time, Persian and subsequently Urdu poets broadened its horizon. The Ghazal did not remain confined merely to the themes of metaphorical (earthly) love and divine love; rather, philosophy, mysticism (tasawwuf), ethics, social issues, political awareness, and deep insights into human psychology also began to be expressed within it. Meanwhile, its greatest characteristic—*that each couplet is a complete and independent unit in its own right*—distinguishes it from other poetic genres. Conciseness, brevity, symbolism, and allusion constitute the true beauty of the Ghazal, which is the art of inhabiting a vast and new world of meaning within the fewest possible words. The representation of animals and birds (haiwaanat-o-tuyoor) in the Ghazal is a long-standing trend in the Urdu poetic language. This representation is not limited merely to aesthetic or metaphorical pleasure; rather, it reflects dimensions of intellectual unity, mystical, social, and national identity. The similes, metaphors, and allegories of animals and birds grant the poets' language simplicity, meticulous observation, emotional intensity, and intellectual depth.

Keyword: Twentieth Century, Urdu Ghazal, Animals and Birds, Symbolism, Interpretation, Symbolism in Urdu Poetry, Poetic Symbols, Stylistics, Metaphorical Expression.

شعری ادوار میں حیوانات وطیور کے ذکر کے اسلوبیاتی جائزہ سے مراد یہ ہے کہ ادب میں وہ طریقہ جس کے ذریعے شاعر کے انداز بیان، زبان اور فنی مہارت کا باریک بینی سے مطالعہ کیا جاتا ہے جس کا مقصد شاعر نے ان لسانی اور فنی تراکیب کا جائزہ لینا ہوتا ہے جو اس نے اپنے کلام میں استعمال کی ہوں اس ''فصل'' میں بیسویں صدی کے شعرائ کے کلام میں حیوانات وطیور کے ذکر کا اسلوبیاتی جائزہ لیتے ہوئے شعرائ کے کلام کی خوبصورتی، انفرادیت اور مہارت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

جگر مرادآبادی

علی سکندر جگر مرادآبادی ۵ اپریل ۱۸۹۰ئ کو مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ جگر مرادآبادی کو شاعری ورثہ میں ملی تھی۔ ان کے والد، دادا، پردادا سب شاعر تھے۔ غرض یہ کہ انہوں نے شعر و سخن کے ماحول میں آنکھ کھولی کیونکہ فطرت بھی شاعرانہ تھی اس لیے بارہ، تیرہ سال کی عمر میں ہی شاعری شروع کر دی۔

جگر کے کلام میں سادگی، برجستگی، شوخی، معاملہ بندی، دلکشی، رنگینی، کیف سرمستی، ترنم اور حسن کاری کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ ان کی شاعری میں بھی حیوانات وطیور کی جھلک نمایاں ہے جس میں انہوں نے اپنے جذبات وخیالات کو یوں اجاگر کیا ہے کہ۔(۱)

"گھڑی بھر میں آشنا ہو گیا
نہ جانے میرے دل کو کیا ہو گیا
اب اس میں جان مری جائے یار ہے صیاد
بہار میں تو نہ چھوڑوں گا آشیانے کو
اداسی طبیعت پر چھا جائے گی
انہیں جب یاد مری آئے گی"

بہر کیف جگر مرادآبادی کی شاعری میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ طائرانہ اسلوب کی جھلک واضح ہے جس میں انہوں نے سماجی، سیاسی پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ جگر کے کلام میں نزاکتیں اور لطافتیں، ان کی مستانہ غزل اور ان کی غزل کے ایک ایک لفظ کے چھلکتے ہوئے پیمانے اور ان کی شاعرانہ فطرت کو دیکھئے کہ وہ اپنے اس بیان میں کہاں تک کامیاب ہیں۔(۲)

"واہ کیا مست غزل پڑھی آج جگر
ایک ایک لفظ چھلکتا ہے ہوا پیمانہ ہے
بزم مشاعرہ ہے یا گلشن تخیل!
بلبل چہک رہا ہے یا حضرت جگر میں"

ن۔م۔راشد

ن۔م۔راشد کی شاعری میں حیوانات وطیور کو محض مناظر کے طور پر شامل ہی نہیں کیا بلکہ ن م راشد جدید اور غزل کے ان شعرائ مین شامل ہیں جنہوں نے پرندوں کو انسانی باطن، تہذیبی، جبر اور وجود کرب کے اظہار کے طور پر پیش کیا۔ راشد کے نزدیک حوانات وطیور انسانی وحشت د ئندگی، غلامی، محکومی اور آزادی کی خواہش کی ناکامی کی علامت ہیں۔ انہوں نے حیوانات وطیور کو تہذیبی نظام کو نمائندگی کے طور پر پیش کیا۔ ن۔م۔راشد نے اردو غزل میں جدیدیت اور آزاد اسلوب کے ذریعے نمایاں مثال قائم کی۔ راشد کے مجموعہ کلام ''لامساوی انسان'' تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ جو ۱۹۶۹ئ میں شائع ہوا۔ اس میں جدید انسانی حالت کی تلاش اور فکر وجذبات کی پیچیدگیاں طائرانہ رنگ میں پیش کی ہیں۔

ان کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں۔(۳)

"پر کٹے ہوئے پرندے پھر بھی
خواب پرواز زندہ ہے"

راشد کے نزدیک حیوانات وطیور آزادی کی خواہش اور خواب کی علامت ہیں مگر قید انسانی پابندیوں اور سماجی وذہنی رکاوٹوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس تناظر میں راشد کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔(۴)

"پرندوں کی چہچہاہٹ میں کچھ گم کچھ پایا

ہر فطرت اک علامت، ہر انسان اک علامت"

ن۔م۔راشد کے کلام کے بارے میں قاسمی اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ (۵)

"ن۔م۔راشد کی شاعری میں زندگی کی تلخ حقیقتوں اور فلسفیانہ سوچ کی جھلک واضح ہوتی ہے۔ن م راشد اردو کے جدید عہد کے اہم ترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اردو شاعری کو فکری وفنی سطح پرایک نیاولولہ عطا کیا۔اکے ہاں فرد کی داخلی کشمکش، وجودی سوالات اور روحانی اضطراب نمایاں موضوعات کے طور پر سامنے آتے ہیں۔انہوں نے علامت، استعارہ اور تلمیح کو شاعری کا حصہ بنایا۔"

ان کی مشکل پسندی کی وجہ سے انہیں شاعروں کو شاعر قرار دیا جاتا ہے۔ فکری طور پر وہ روایت شکن اور انسان دوست شاعر ہیں، جو آزادی، اختیار، اور تخلیقی انفرادیت کے قائل ہیں۔ان کے ہاں مشرق کی غلامی کے خلاف نہایت پر زور آواز سنائی دیتی ہے۔اس لیے انہیں اقبال کی طرح شاعر ایشیا کہا جاتا ہے۔ان کی شاعری میں تخیل کی گہرائی اور شعور کی وسعت یکجا ہوتی ہے۔ان کی شاعری میں داخلی موسیقیت اور فکری تسلسل ایک خاص شان رکھتا ہے۔ن م راشد کی شاعری میں اسلوب حیوانات وطیور کی جھلک نمایاں ہے۔

راشد کی شاعری جمالیات سے پر ہے جس میں اسلوب اور صوت کی سطح پر زبردست حس کا احساس ہوتا ہے۔ جہاں تک اردو شاعری میں کردار نگاری کا تعلق ہے تو کلاسیکی غزل میں ہمارا تعارف بعض کرداروں سے ہوتا ہے، مثلاً عاشق، محبوب، رقیب، ناصح، رازداں، شیخ رند اور نامہ بر وغیرہ۔

"زندگی سے ڈرتے ہو" میں راشد نئے انساں کی آمد کا اظہار کرتے ہیں کہ اب آزادی کو کوئی نہیں دبا سکے گا۔ زندگی کا بنجر پن ختم ہو جائے گا۔ شہر آباد ہوں گے اور زندگی حقیقی مسرتوں سے ہم کنار ہو گی، تخلیق کی روشنی انسانی روح کے اندر جمود کے اندھیروں کا طلسم توڑ دے گی۔ان عوامل کون۔م راشد نے حیوانات وطیور کے اسلوب کے انداز میں یوں تحریر کیا ہے کہ:

مہینوں کے بھوکے کئی بھیڑیوں کی فغاں
زمانے کی بارش میں بھیگے ہوئے بھیڑیے
نئے لفظ و معنی کی بڑھتی ہوئی یک دلی
اور اس پر پرانے نئے بھیڑیوں کی فغاں

بہر کیف ن۔م۔راشد کی شاعری میں جہاں حیوانات وطیور کا ذکر آیا تو انہوں نے اپنے کلام میں فطرت عناصر کو احسن انداز میں پیش کیا۔

راشد کے مجموعہ کلام "سطاویران" میں طائرانہ اسلوب نمونہ کے طور پر (۶)

"گیا وہ سبزہ و گل سے جہاں خالی
ہوائیں تشنہ باراں
طیوراس دشت کے منقار زیر پر
تو سرمہ در گلو انساں
سلیماں سر بزانواور سباویراں
سلیماں سربزانو، ترش رو غمگیں، پریشاں مو
جہانگیری، جہانبانی، فقط درارہ آہو
محبت شعلہ پراں، ہوس بوئے گل بے بو
زراز دہر، کم ترگو
سباویراں کہ اب تک اس زمیں پر ہیں
سبا باقی، نہ مہ روئے سبا باقی"

مزید کلام نمونہ کے طور پر:۔(۷)

"ہم محبت کے خرابوں کے مکیں
کنج ماضی میں ہیں باراں زدہ طائر کی طرح آسودہ

اور کبھی فتنہ ناگاہ سے ڈر کر چونکیں

تو رہیں سد نگاہ نیند بھاری پردے"

مجید امجد

مجید امجد اردو ادب کے مشہور شاعر اور ادیب تھے ان کی پیدائش دسمبر ۱۹۱۴ئ کو جھنگ میں ہوئی اور وفات ۱۱ مئی ۱۹۷۴ئ کو ساہیوال میں ہوئی۔ان کی علمی اور ادبی خدمات کی بنا پر ساہیوال کے ''کنعان ہاہوس'' کا نام بدل کر ''امجد پارد'' اور ساہیوال ہال کا نام ''امجد ہال'' رکھا گیا۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔(۸)

"اک ننھا سا خود رو پودا، مٹی کی گود میں سو گیا

اک پتنگا، شمع کی لو پہ گر کے، راکھ کا ڈھیر ہو گیا"

کلیات مجید میں شامل کلام میں ایک نظم ''توسیع شہر'' ہے جس میں مجید نے حقیقت میں شہر کی توسیع کے نام پر ماحول اور فطرت کی تباہی، زمینی حسن کے زوال اور درختوں کی کٹائی جیسے موضوعات کو بیان کیا ہے۔نمونہ کلام مثال کے طور پر(۹)

"بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار

جھومتے کھیتوں کی سرحد پر بانکے پہرے دار

گھنے سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بور لدے چھتنار

بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار"

دیکھا جائے تو امجد مجید کے کلام میں فطرت حیوانات وطیور کے بارے میں اشعار، موضوعات اور حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امجد نہ کہ صرف حیوانات وطیور کو محسوس کرتا تھا بلکہ انہیں کلام میں شامل کر کے طائرانہ اسلوب کا انداز اپنایا۔

ناصر کاظمی

ناصر کاظمی ۸ دسمبر ۱۹۳۵ئ کو (امبالہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔قیام پاکستان کے وقت لاہور منتقل ہوئے۔ان کا شمار غزل گو شعرائ میں ہوتا ہے ان کی دھیمی، رومانوی اور حزینہ شاعری کی بنا پر نصب النہاری شاعر کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے کلام میں ہجرت، تنہائی اور پرانی یادوں کو شاعری کا حصہ بنایا۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:۔(۱۰)

"رت بدلے گی تو اپنے اپنے گھر جائیں گے

کتنے پنچھی اڑتے اڑتے تھک کر مر جائیں گے"

بلاشبہ ناصر کاظمی کا شمار اردو کے جدید شعرائ میں ہوتا ہے انہوں نے غزل کو روایتی روشنی ڈالی ہے ناصر کاظمی لکھتے ہیں کہ:

''گل بلبل'' سے نکال کر اپنے دور کے زندہ پرندوں، حیوانات، درختوں اور ہواؤں سے متعارف کروایا، کاظمی کے ہاں نیل کنٹھ، کونج، کوئل اور فاختہ کا ذکر ملتا ہے۔جو ان کی فطرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:(۱۱)

"پکارتی ہیں فرصتیں کہاں گئیں وہ صحبتیں

تیرے سلام کو درخت اور پرندے رہ گئے"

ناصر کاظمی نے جانوروں اور پرندوں کو نمایاں انداز میں اپنے کالم میں شامل کیا ہے۔ان کے اس اسلوب کو سراہتے ہوئے عظمی حسن ڈاکٹر کا کہنا یہ ہے کہ ناصر کاظمی کی شعری شخصیت سادہ اظہار جذباتی گہرائی، جمالیاتی احساس اور تخیل پر مبنی ہے ان کی شاعری میں طیور کا اسلوب محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور وہ اسے انسان تعلق معاشرتی ماحول اور تناظر کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

بہر کیف کاظمی نے حیوانات وطیور سے اپنی محبت کو شعری انداز میں عمدہ طور پر پیش کر کے شعری ادب کی اہمیت میں بے پناہ اضافہ کیا۔

ان کی شاعری میں ماضی کی آئینہ داری اور حال کی عکاسی اور مستقبل کی پرچھائیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔یوں ان کی شاعری ہجر و ہجرت کے تجربوں کی ایک اعلیٰ مثال بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

منیر نیازی

جہاں تک منیر نیازی کے تصور انسان کا تعلق ہے تو ان کی شاعری میں اس کا اظہار حیوانات وطیور کا جنگل میں ذکر یا جنگل کی فضا اور اس سے متعلق علامات کے ذریعے ان عناصر کو اجاگر کیا ہے جس سے عصری انسان دوچار ہے۔ منیر نیازی نے اپنی شاعری میں طائرانہ اسلوب کے ذریعے سماجی عوامل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ حیوانات وطیور کے اسلوبیاتی جائزہ کے لیے نمونہ کلام:۔(۱۲)

"پھر گھایل چینخوں نے مل کر دہشت سی پھیلائی
رات کے عفریتوں کا لشکر مجھے ڈرانے آیا
دیکھ نہ سکنے والی شکلوں نے جی کو دہلایا
ہیبت ناک چڑیلوں نے ہنس ہنس کر تیر چلائے
سائیں سائیں کرتی ہوا نے خوف کے محل بنائے"

منیر نیازی نے خوف ودہشت کو بھی حیوانات وطیور کے انداز میں پیش کیا ہے۔ کچھ مزید کلام نمونہ کے طور پر:۔۱۳

"جس کے کالے سایوں میں ہے وحشی چیتوں کی آبادی
اس نگل میں دیکھی میں نے لہو میں لتھڑی اک شہزادی
اس کے پاس ہی ننگے جسموں والے سادھو جھوم رہے تھے
پیلے پیلے دانت نکالے نعش کی گردن چوم رہے تھے
ایک بڑے سے پیڑ کے اوپر کچھ گدھ بیٹھے اونگھ رہے تھے
سانپوں جیسی آنکھیں میچے خون کی خوشبو سونگھ رہے تھے"

منیر نیادی کی شاعری میں تخلیق پانے والی فضا میں جب کوئی آہٹ یا سرسراہٹ پردہ سماعت سے ٹکراتی ہے تو پورا وجود لرزنے لگتا ہے اور پھر ہر طرف رات کے عفریتوں کے لشکر ڈرانے لگتے ہیں۔ ہیبت ناک چڑیلیں اپنے میلے اور لمبے دانت نکالے جسم نوچنے آگے بڑھتی ہیں۔ پیلے منہ اور وحشی آنکھوں میں سرخ انگارے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ مرادآبادی، جگر، "بیسویں صدی کے اکابر غزل گو"، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۶ء صفحہ: ۶۶
2۔ مرادآبادی، جگر، "بیسویں صدی کے اکابر غزل گو"، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۶ء صفحہ: ۶۱
3۔ راشد، ن، م، "لا مساوی انسان"، منیر نیازی پبلیشر، لاہور، ۱۹۶۹، صفحہ: ۲۵
4۔ راشد، ن، م، "ایران میں اجنبی" بیسا و یران، اردو پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۵۰ء، صفحہ: ۶۳
5۔ قاسمی، احمد ندیم، "ادبی مضامین"، نیشنل بکس، لاہور، ۱۹۹۵ء، صفحہ: ۱۱۲
6۔ راشد، ن، م، "لا مساوی انسان"، منیر نیازی پبلیشر، لاہور، ۱۹۶۹ء، صفحہ: ۳۰
7۔ راشد، ن، م، "لا مساوی انسان"، منیر نیازی پبلیشر، لاہور، ۱۹۶۸ء، صفحہ: ۳۱
8۔ امجد، مجید، "کلیات مجید"۔ پنواڑی"، حمد پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء، صفحہ: ۹۸
9۔ امجد، مجید، "کلیات مجید"۔ پنواڑی"، حمد پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء، صفحہ: ۳۵۲
10۔ کاظمی، ناصر، "دیوان"، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۲ء صفحہ: ۱۰۲
11۔ کاظمی، ناصر، "دیوان"، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۲ء صفحہ: ۱۰۶
12۔ نیازی، منیر، "تیز ہوا اور تنہا پھول"، مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۶۴ء، صفحہ: ۱۰۲
13۔ نیازی، منیر، "جنگل کی شہزادی"، مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۶۴ء، صفحہ: ۵۰